ملتِ اسلامیہ

حافظ صلاح الدین

اُمتِ مسلمہ کے خزانے اور ظالم حکمرانوں کی عیّاشیاں

اُمتِ مسلمہ میں آج ہر طرف بے چینی اور انتشار ہے، عرب مسلمان انقلاب کے لئے نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ ہمارے حکمرانوں کے کیسے رویّوں سے مسلم عوام تنگ ہیں، اس کی ایک جھلک ذیل کے مضمون میں ملاحظہ فرمائیے۔ ح م

آج اُمتِ مسلمہ نہ صرف اپنے ربّ سے دوری اور دین سے محرومی کا شکار ہے بلکہ دنیا بھی اس کے ہاتھوں سے جاتی رہی ہے۔ آج مسلمانوں کی غالب اکثریت جو کروڑوں تک جا پہنچتی ہے، تنگ و ترش زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ خستہ حالی ان کا مقدر بنی ہوئی ہے اور ان کی معیشت تباہی کا شکار ہے۔ قریب ہے کہ ان کی حالت اس فرمانِ نبوی ﷺ کے مواقع ہو جائے جسے سیدنا ابو سعید خدریؓ روایات کرتے ہیں کہ

«إن أشقٰى الأشقياء من اجتمع عليه فقر الدنيا و عذاب الأخرة»

''بلا شبہ بدبخت و بدنصیب ترین آدمی ہے وہ جس پر فقر دنیا اور عذابِ آخرت جمع ہو جائیں۔'' [رواہ ابن ماجہ و صححہ الحاکم، مجمع الزوائد ۱۰/۲۶۷]

آج مسلمانوں کی اکثریت اسی حالت کو جا پہنچی ہے، اِلا من رحم اللہ! آئندہ سطور میں ہم ان اہم وجوہات و اسباب کا جائزہ لیں گے جن کے سبب مسلمان آج اپنی دنیا بھی کھو بیٹھے ہیں۔

ملتِ اسلامیہ معدنی و زمینی وسائل سے مالا مال ہے!

اُمت مسلمہ کے تمام علاقے طرح طرح کے قدرتی وسائل سے مالا مال ہیں جن میں سر فہرست پٹرول ہے۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ آج اگر دنیا میں بڑے پیمانے پر پٹرول کا ذخیرہ کہیں پایا جاتا ہے تو وہ خلیج عرب ہے۔ جدید تحقیقات کے مطابق زمین میں پٹرول کا پہلا ڈیم بھی یہی ہے۔ اس کا علاوہ بحر قزوین سے قوقاز تک پھیلے ہوئے علاقے اور عراق و شام میں بھی پٹرول وافر مقدار میں موجود ہے۔ وسطی ایشیا کے یہ ذخائر عالمی سطح پر نہایت اہمیت کے

حامل ہیں۔ اسی طرح جنوبی سوڈان، افریقہ کی چوٹیوں اور مصر سے الجزائر تک پھیلے ہوئے طویل علاقے میں بھی پٹرول کے متعدد ذخائر پائے جاتے ہیں جن کی اہمیت بھی محتاجِ بیان نہیں۔ یہ تمام علاقے جدید دنیا میں دولت کے اساسی ذخائر ہیں اور یہی وہ ذخائر ہیں جو ہر میدان میں، چاہے سیاسی ہو، اقتصادی یا تزویراتی قوت وطاقت کا سرچشمہ ہیں۔

پھر انہی کے ساتھ عالم اسلام کا وہ حصہ بھی واقع ہے جو مشرق میں افغانستان، پاکستان، مشرقی فلپائن سے لے کر بحر اطلس کے کنارے تک اور مغرب کی سمت مغربی ساحلوں سے ملتا ہوا موریطانیا اور مغرب سینگال تک پھیلا ہوا ہے جبکہ شمال میں یہی علاقہ وسطی ایشیا قوقاز، بلقان اور شمالی افریقہ تک اور جنوب میں جنوبی ایشیا، انڈونیشیا اور وسطی افریقہ تک کے وسیع وعریض علاقے پر محیط ہے۔ ان تمام علاقوں پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ عالم اسلام مختلف قدرتی معدنیات کی عظیم دولت سے مالا مال ہے جو تزویراتی اعتبار سے بے پناہ اہمیت کی حامل ہیں۔ ان ممالک میں سے اکثر نہ صرف اہم صنعتی معدنیات کا ذخیرہ اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں بلکہ ساتھ ہی ساتھ وہ سامانِ خوردونوش اور زرعی پیداوار میں بھی متموّل ہیں۔

اس پر مستزاد یہ کہ یہ اسلامی ممالک اہم ترین بحری، برّی اور فضائی آمدورفت کے راستوں پر وسیع اختیارات رکھتے ہیں۔ حیران کن بات یہ ہے کہ دو چار اہم ترین مختصر بحری راستے: (۱) ہرمز (۲) بابِ مندب (۳) نہر سویز اور (۴) جبل طارق؛ جن پر عالمی معیشت کا کلی انحصار ہے، اُمت مسلمہ ہی کے پاس ہیں۔ یہ چاروں مختصر بحری راستے ایسی فضائی شکل بناتے ہیں جو دنیا کے نظامِ مواصلات کو چہار اطراف سے باہم ملائے ہوئے ہے۔

لیکن انتہائی تعجب کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان تمام انعامات و احسانات کے باوجود مسلمانوں کے بیشتر ممالک بھوک و افلاس اور جہالت و پسماندگی کے شکار ممالک کی فہرست میں شامل ہیں۔ پٹرول کی دولت سے مالا مال ان ممالک میں سے بیشتر عالمی ادارہ 'اوپیک' کے ممبر بھی ہیں، تاہم اس کے باوجود ان ممالک کی اکثریت خطِ غربت سے بھی نیچے کی زندگی گزار رہی ہے۔ مسلمانوں کے وسائل کی بہتات کا اندازہ کرنے کے لیے یہ ایک مثال ہی کافی ہے کہ یورپ کی ۶۵ فیصد قدرتی گیس کی کھپت الجزائر سے آتی ہے۔ یہ بھی جانتے چلئے کہ

اسلام کے آنگن اور اس کے گھر جزیرۂ عرب میں جو مسلمانوں کے سب سے اہم قدرتی سرمایہ کا حامل ہے، دنیا کے ۷۵ فیصد پٹرول کا ذخیرہ پایا جاتا ہے۔ وہاں ایک کروڑ ۶۰ لاکھ بیرل پٹرول یومیہ نکالا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں جو ذخائر جنوبی عراق میں پائے جاتے ہیں، وہ پانچ ملین بیرل پٹرول ایک دن میں نکالنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ واضح رہے کہ گیس کا استخراج اس کے علاوہ ہے۔ نیز پٹرول و گیس کے محفوظ ذخائر جو ایران، الجزائر، شام اور سوڈان میں پائے جاتے ہیں، وہ بھی مشہور و معروف ہیں۔ ایسے ہی پٹرول کا دوسرا بڑا ذخیرہ بحر قزوین کے گرد و پیش میں پایا جاتا ہے۔ سبحان اللہ! کیسا تعجب خیز اتفاق ہے کہ خطۂ ارض کی امیر ترین قوم آج دنیا کی فقیر ترین قوم بن چکی ہے۔

ہمارے دشمن ہمارے ہی مال کے ذریعے ہمارے خلاف لڑ رہے ہیں

اس سے بھی تعجب خیز بات مغربی اقوام، جن کا سرغنہ امریکہ ہے، کی وہ تاریخ ساز چوریاں ہیں، جن کا تجربہ وہ مختلف اسلامی ممالک میں کر چکے ہیں۔ یہ ہمارے وہی صلیبی اور صہیونی دشمن ہیں جنہوں نے آج ہم پر چہار اطراف سے چڑھائی کر رکھی ہے۔ افسوس! یہ لوگ ہمارے ہی مال سے ہمیں ہلاک کرتے اور بہت سہولت و بلا تکلیف ہمارا مال لے جاتے ہیں، پھر اسے ہمیں ہی نیست و نابود کرنے میں استعمال کرتے ہیں۔ یہ دشمن اپنے جنگی جہازوں، ٹینکوں اور بکتر بند گاڑیوں کو چلانے کے لیے ہم ہی سے پٹرول لیتے ہیں، پھر اس کے ذریعے ہمارے ہی بچوں اور عورتوں کو قتل کرتے ہیں۔ آج مسلمانوں کے اس پٹرول سے مسلمانوں کی بجائے خود اسلام کے صہیونی دشمنوں کو فائدہ پہنچ رہا ہے اور وہ اسے اپنی تعیّشات میں اور ہمیں برباد کرنے میں کھپا رہے ہیں۔

ہمارا سرمایہ تو پہلے سرچشموں ہی سے چوری ہو جاتا ہے!

دراصل ہمارا قیمتی سرمایہ ہمارے مصادر ہی سے چوری ہو جاتا ہے۔ یہ اس طرح کہ ہمارے صلیبی دشمن مختلف کمپنیوں کی صورت میں تیل اور پٹرول کے نکالنے، اس کی خرید و فروخت، تجارت اور تمام چھوٹے بڑے مراحل کی خود نگرانی کرتے ہیں اور پھر اس کی آمدنی ملکی بینکوں کا چکر کاٹتے ہوئے انہی کے بینک کھاتوں میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔ ذیل

میں ہم اس تاریخی چوری کے اہم مراحل پر ایک نگاہ ڈالتے ہیں:

چوری کا پہلا مرحلہ: چوری کا پہلا مرحلہ تیل نکالنے والی مغربی کمپنیوں کے ساتھ ہمارے خائن حکمرانوں اور افسران کے معاہدوں کی صورت میں شروع ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے یہ ظالم حکمران ان معاہدوں کے ذریعے ۴۰ تا ۶۰ فیصد آمدنی اپنے ذاتی اموال میں لے جاتے ہیں جبکہ بقایا منافع ان کمپنیوں کے حصے میں آتے ہیں جبکہ بیچاری اُمت خالی ہاتھ بیٹھے تماشہ دیکھتی ہے۔

چوری کا دوسرا مرحلہ: چوری کا دوسرا مرحلہ خارج شدہ کیمیکل میں دھاندلی کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ چونکہ ان تمام مراحل کی نگرانی یہ کمپنیاں خود ہی کرتی ہیں لہٰذا ان کے لیے اپنے انجینئر اور ماہرین کے ذریعے دھاندلی کرنا نہایت آسان ہوتا ہے۔ نیز اگر کہیں نگرانی پر مامور ماہرین مقامی حکومتوں میں سے ہوں تو اُنہیں رشوت کے ذریعے خاموش کرالیا جاتا ہے۔ اس طرح یہ کمپنیاں متعدد ممالک میں جعل سازی کرنے میں کامیاب رہی ہیں۔

چوری کا تیسرا مرحلہ: اب آتا ہے چوری کا تیسرا مرحلہ، جس میں اس مواد کی حد بندی، اس کی قیمت کا تعین اور عالمی سطح پر اس کی خرید وفروخت کی جاتی ہے۔ اس مرحلے پر اس مواد کی انتہائی کم قیمت لگائی جاتی ہے (جو بذاتِ خود وسائل چوری کرنے کا ایک جدید انداز ہے)۔ سمجھنے کے لیے بس ایک مثال ہی کافی ہے کہ خود مغرب کے ۲۶ عالمی اقتصادی تعلیمی اداروں کے مطابق ایک بیرل خام پٹرول اور اس سے نکلنے والے صنعتی مواد کی اصل تصور شدہ قیمت کم از کم ۲۶۰ ڈالر فی بیرل ہونا ضروری ہے جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ اب تک پوری تاریخ میں کبھی بھی یہ قیمت ۴۵ ڈالر سے تجاوز نہیں کر سکی۔ اکثر اوقات تو اس کی قیمت ۲۰ ڈالر کے ہی ارد گرد رہی حتیٰ کہ بسا اوقات یہ قیمت ۱۰ ڈالر تک بھی جا گری ہے!!!

یہ سارا مکروہ کھیل ہمارے ممالک پر قابض صلیبی سرمایہ دار اور عالمی تجارتی منڈی کے یہودی ساہوکار کھیلتے ہیں۔ ہمارے قیمتی سرمایہ اور ہمارے ممالک کی کرنسیوں کی قدر یہی گھٹاتے بڑھاتے ہیں۔ لیکن اس سے بھی المناک حادثہ یہ ہے کہ ہم پر قابض چور حکمران، ان کے حکام و خدام، ان کے بھائی بیٹے اور معاونین و مصاحبین چند ٹکوں اور محدود ذاتی مفادات کے حصول کی خاطر اس قیمتی دولت کو عالمی سطح پر مقرر کردہ حصص کے مقابلے میں

بھی انتہائی ارزاں قیمت، مثلاً ۳ ڈالر فی بیرل تک میں بیچ دیتے ہیں۔ یوں نصف ملین بیرل پٹرول سے محض ڈیڑھ ملین ڈالر کی آمدنی حاصل ہوتی ہے جو اس حکمران طبقے کی آوارگی، عیاشی اور جوئے بازیوں کے چند ہفتوں کے اخراجات ہی کو کفایت کرپاتی ہے۔

چوری کا چوتھا مرحلہ: بات یہاں بھی ختم نہیں ہوتی، آگے چوری کا چوتھا مرحلہ آتا ہے۔ اس مرحلے میں اس حاصل شدہ آمدنی کو ہماری خائن حکومتیں ہمارے بینک کھاتوں کے نام پر صلیبی بینکوں میں منتقل کردیتی ہیں۔ جو ہمارے لئے محض الیکٹرونک حساب و کتاب میں اعداد و شمار اور صفروں کی تعداد میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔ اس کے بعد ہمارے حکمرانوں کو بھی اس کی اجازت نہیں ہوتی کہ ان بینکوں سے اپنی ہی رقم ایک مقرر شدہ حصے سے زائد نکلوا سکیں تاآنکہ وہ اس رقم کا اکثر حصہ مغرب ہی کی صنعتی مصنوعات اور انہی کے بنائے ہوے اسلحہ کو خریدنے میں لگادیں۔

پھر یہ سامانِ حرب بھی اربابِ مغرب اپنی من پسند قیمت پر بیچتے ہیں۔ اس نکتے کو واضح کرنے کے لیے ہم ایک مثال پیش کرتے ہیں۔ کویت کے قومی اسمبلی کے ایک رکن کے امریکہ میں صرف کھانے کے اخراجات کروڑوں ڈالر تک پہنچتے تھے۔ جہاں مصارفِ طعام میں ۳۰ ڈالر تو صرف چند پتوں کی قیمت تھی جو بطورِ سلاد استعمال کئے جاتے ہیں۔

جو تھوڑا بہت حاصل ہوتا ہے، وہ بھی ہمارے فاسق حکمران اُڑا دیتے ہیں! اب آخر میں دیکھئے کہ ہمارے قیمتی وسائل میں سے خود ہمارے ہاتھ کیا آتا ہے۔ حقیقی آمدنی کی مضحکہ خیز حد تک قلیل نسبت اور اس کا بھی بیشتر حصہ ہمارے حکمران سوئٹزرلینڈ، امریکہ و یورپی ممالک کے بنکوں میں موجود اپنے خفیہ کھاتوں میں جمع کروادیتے ہیں، جو حقیقت میں یہود ہی کے ادارے ہیں۔ یوں ہمارے 'بے حد و حساب وسائل' سے حاصل شدہ 'انتہائی کم آمدنی' ان حکمرانوں کے اپنے اخراجات اور بعض بنیادی منصوبوں کو ہی بمشکل پورا کرپاتی ہے اور عوام کے ہاتھ عملاً کچھ بھی نہیں لگتا۔

محض پٹرول ہی نہیں، تمام معدنی وسائل چوری کئے جاتے ہیں!

جہاں تک ہمارے دیگر معدنی وسائل کا تعلق ہے تو وہ بھی ایسے ہی ہتھکنڈوں سے بھاری مقداروں میں چوری کرلئے جاتے ہیں اور بالعموم دھاتوں، پتھروں اور خام مال کی صورت

میں ہی برآمد کر دیئے جاتے ہیں۔ نہ ہی اُنہیں اپنے یہاں صنعت میں لگایا جاتا ہے اور نہ اپنے علاقوں کے لیے ان سے کوئی خاص فائدہ اُٹھایا جاتا ہے۔ بیشتر مسلم ممالک مقامی ماہرین کو استعمال کرتے ہوئے یہ معدنیات اپنے یہاں ہی صنعتی استعمال میں لاسکتے ہیں، لیکن ہماری گمراہ حکومتوں کو سوائے ان قیمتی معدنیات کو کانوں سے نکالنے اور برآمد کر دینے اور کچھ نہیں سوجھتا۔

چوری اور عیاری کی انہی تاریخ ساز وارداتوں کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جو قدرتی وسائل اور عظیم نعمتیں عطا کی تھیں، وہ ان سے چھنتی چلی جارہی ہیں۔ آج مسلم سرزمینوں کی صورتِ حال یہ ہو چکی ہے کہ وہاں حکومت کے حصول، وسائل کی لوٹ مار اور مغربی آقاؤں کو ان وسائل کی حوالگی کے لیے ہر دم ایک سیاسی و عسکری کشمکش جاری رہتی ہے! جس کے نتیجے میں آنے والی ہر حکومت یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتی ہے کہ وہ اُمت کے وسائل لوٹنے اور اِن وسائل کو کفار کے حوالے کرنے میں سابقہ حکومتوں سے زیادہ مخلص اور چاق و چوبند ہے!! پھر آخر یہی کشمکش مغربی اقوام کے حملوں، حرص و ہوس پر مبنی خونی جنگوں، ہلاکتوں، خوف، بھوک اور افلاس کا سبب بنتی ہے۔

سرزمین حرمین پر امریکی اقدام

اس ظلم کی انتہا یوں ہوتی ہے کہ مسلمانوں کے ہی بعض حکمران مغرب کی آشیرباد سے آپس میں لشکر کشی کا آغاز کرکے، مغربی اقوام کو اپنے ہاں براجمان ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔ اور امریکہ ہماری ہی سرزمینوں، بالخصوص اسلام کے آنگن اور اُمت کے قلب 'جزیرہ عرب' پر چڑھائی کرتا ہے اور حملہ آور لشکر کو 'امن فوج' اور حملے کے مقصد کو 'عسکری امداد' کا نام دیتا ہے۔ دورِ حاضر کا استعمار اپنے صلیبی عزائم کو ان خوشنما ناموں میں ملفوف کرکے ہم پر حملہ کرتا ہے اور پھر اس مکروہ مہم کے مصارف واخراجات بھی ہماری ہی حکومتوں سے وصول کرتا ہے۔ چنانچہ امریکہ نے عاصفة الصحراء (آپریشن ڈیزرٹ سٹارم) کے اخراجات یعنی پانچ کروڑ ساٹھ لاکھ ڈالر بھی سعودی حکومت پر تھوپے۔ اس خطیر رقم کی ادائیگی کے سبب سعودی بجٹ خسارے میں پڑ گیا اور سعودی حکومت سُودی قرضے لینے پر مجبور ہوگئی۔ جی ہاں! دنیا میں پٹرول کا سب سے بڑا ذخیرہ رکھنے والا ملک مقروض

ہو گیا!! اور بلدِ نبویؐ عالمی سُودی امداد لینے پر مجبور ہو گیا... فیا للأسف!!

یہ تو انہی کے ذرائع ابلاغ کے چند انکشافات تھے۔ باقی جو کچھ ابھی تک مخفی ہے، وہ تو اور بھی تکلیف دہ اور ناقابل بیان ہو گا۔

عامّۃ المسلمین کی غربت اور فاسق حکمرانوں کی ثروت

یہ داستانِ غم، مسلمانوں کے بیت المال اور ان کے وسائل و سرمایہ کی چوری تک محدود نہیں بلکہ اس سے بھی بڑی مصیبت یہ ہے کہ ہمارے سروں پر مسلط مغرب کے ایجنٹ حکام، ان کے مصاحبین و خدام، بہت سے بڑے بڑے تجار اور اس طاغوتی نظام کو سہارا دینے اور قائم رکھنے والے کارندے مسلمانوں کی بچی کھچی آمدنی میں ناحق تصرفات کر کے رہی سہی کسر بھی پوری کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہو گا کہ خلیجی ممالک کی گیس اور پٹرول کی یومیہ آمدنی کروڑوں ڈالر سے بھی متجاوز ہے جسے یہ حکام جن کی تعداد بعض ممالک میں بیس سے زائد نہیں، اپنی عیاشیوں میں اُڑا دیتے ہیں۔ اس طرح ان تمام ممالک پر قابض حکام جو مجموعی طور پر چند سو سے زائد نہیں، اسلام کے مفاد کے لئے مخصوص اور اُمت کا مال جو شرعاً تمام مسلمانوں کی ملکیت ہے، آپس میں بانٹ لیتے ہیں۔

ایک مثال ملاحظہ فرمایئے! ان حکام کی زندگیوں پر تحقیق کرنے والے اداروں کے مطابق ان میں سے بعض حکام کا صرف ایک دن کا خرچہ تیس لاکھ ڈالر (یعنی تقریباً ۱۹ کروڑ روپے) تک پہنچتا ہے۔ یہ خطیر رقم اِن کے ان محلات کے روزمرہ مصارف پر خرچ ہوتی ہے جو امریکہ، مختلف یورپی ممالک اور مشرقی ساحلوں پر پھیلے ہوتے ہیں۔ نیز اسی رقم سے ان محلات میں ہونے والے لہو و لعب ، آوارگیوں، بدکاریوں، جوئے بازیوں اور فسادات کے اخراجات بھی پورے کئے جاتے ہیں۔ اسی ایک مثال پر آپ ملت اسلامیہ کے دیگر حکام کو بھی قیاس کر سکتے ہیں۔

ذرائع ابلاغ پر نشر ہونے والی ایسی ہی ایک دل سوز خبر ایک عرب شہزادے فیصل بن فہد کی تھی جس نے جوئے کی ایک میز پر ۱۰ کھرب ڈالر (یعنی تقریباً چھ سو کھرب روپے) ہارے اور پھر اسی صدمے کی وجہ سے اس کی حرکتِ قلب بند ہو گئی اور وہ مر گیا۔

دبئی، متحدہ عرب امارت کی ذیلی ریاستوں میں سے ایک اہم ریاست ہے۔ اس ریاست

کے اقتصادی معاملات کو یہاں کا حاکم 'مکتوم خاندان' اپنے ذاتی کاروبار کے طور پر چلاتا ہے۔ حالانکہ یہ اسلام اور اہل اسلام کی سرزمین ہے جس کے شرعی طور پر یہ حکمران محض مفاد اسلامیہ کے تحفظ اور نفاذ اسلام کے لئے نگران سے زیادہ کچھ نہیں۔ جبکہ اس کے برعکس دبئی بطورِ 'دبئی کارپوریشن لمیٹڈ' (Dubai Inc.) کام کرتا ہے۔ یہاں کا سربراہ محمد بن راشد المکتوم دبئی کو سرمایہ کاروں اور سیاحوں کی جنت بنانے اور اپنی دولت بڑھانے کی خواہش میں کروڑوں اربوں ڈالر کی لاگت سے نت نئے تعمیراتی منصوبے شروع کرتا رہتا ہے۔

دبئی میں محمد بن راشد کی خاص فرمائش پر تعمیر کردہ مشہور 'برج العرب' ہوٹل پایا جاتا ہے جو دنیا کا واحد 'سیون سٹار' ہوٹل ہے۔ اس ہوٹل کی تعمیر سے قبل ساحل سے ذراہٹ کر پانی میں ایک چھوٹا سا مصنوعی جزیرہ بنایا گیا اور اس جزیرے پر ہوٹل کی عمارت کھڑی کی گئی۔ اس ہوٹل میں کوئی کمرہ کرایہ پر لینا ممکن نہیں، کیونکہ یہاں اکیلے کمرے کا تصور ہی نہیں ہے۔ اس میں تو دو دو منزلہ رہائش گاہیں ہی دستیاب ہیں جن میں ہر قسم کی عیاشی کا سامان میسر ہے۔ ان میں سے سستی ترین رہائش گاہ کا کرایہ بھی آج سے دو سال قبل ۵،۴ ہزار ڈالر (یعنی تین سے ۴ لاکھ روپے) یومیہ سے شروع ہوتا تھا، جبکہ خصوصی رہائش گاہوں کا کرایہ ۱۳ ہزار ڈالر (یعنی ۹ لاکھ روپے سے زائد) یومیہ تھا۔ اس ہوٹل میں آنے والوں کی خدمت کے لیے سربراہِ دبئی کی خاص فرمائش پر ۱۶ رولز رائس گاڑیاں کمپنی سے خصوصی طور پر تیار کروائی گئیں جن سب کا رنگ باہر سے سفید ہے اور گاڑیوں کے اندر ہر شے نیلے رنگ کی ہے۔ یاد رہے کہ یہ ہوٹل مکتوم خاندان کی ذاتی ملکیت ہے۔

پھر سربراہ دبئی کو ایک نیا شوق سوجھا۔ اس نے دبئی میں دنیا کی سب سے اونچی عمارت بنانے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ چند سال قبل 'برج دبئی' پر کام شروع کیا گیا جو ایک سو ساٹھ منزلوں پر مشتمل ۷۰۰ میٹر بلند عمارت ہے اور جس کی تعمیر پر دو سو کھرب ڈالر (یعنی ۱۴ ہزار کھرب روپے) سے زائد لاگت آئی ہے۔ نیز اس کی خاص بات یہ ہے کہ اس کی تعمیر اس انداز سے کی گئی ہے کہ ضرورت پڑنے پر اس میں مزید منزلوں کا اضافہ کیا جاسکے۔ تاکہ اگر کوئی دوسرا ملک اس سے اونچی عمارت بنالے تو پھر بھی اسے پیچھے چھوڑنا ممکن ہو۔ ذرائع ابلاغ کے مطابق دوسرے عرب حکمرانوں سے یہ برداشت نہیں ہوا کہ دبئی کو آگے نکلتا دیکھیں،

چنانچہ وہ برج دبئ سے بھی اونچی عمارت بنانے کا منصوبہ رکھتے ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ دنیا کی شان وشوکت اور مانگے کی کھوکھلی چمک دمک کے اس مقابلے میں کون زیادہ آگے نکلتا ہے۔

دبئ کے سربراہ کا ایک اور ذاتی منصوبہ 'دبئ شاپنگ مال' ہے۔ یعنی ۱۲ ملین مربع فٹ پر محیط ایک بازار اور تجارتی مرکز، جس نے دبئ میں پہلے سے موجود ۳۰ سے زائد وسیع وعریض بازاروں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ اسی طرح سیاحوں کی تفریح کے انتظام کے لیے دنیا کی سب سے بڑی زیر چھت برف کی مصنوعی پہاڑی بنانے کا منصوبہ بھی شروع ہوچکا ہے، جس کا درجہ حرارت ہر وقت منفی ۲ درجہ سنٹی گریڈ سے کم رہے گا، چاہے باہر کی دنیا میں ۶۰ درجہ سینٹی گریڈ گرمی ہو۔ انہی دیوہیکل تعمیراتی منصوبوں کے سبب دبئ جیسے چھوٹے سے جزیرے میں دنیا بھر کی تعمیراتی مشینوں کا پانچواں حصہ مصروفِ عمل ہے۔

پھر سیاحوں ہی کو دبئ کی طرف کھینچنے کی خاطر دبئ میں گھڑ دوڑ کے عالمی مقابلے (World Cup) کا انعقاد کیا گیا۔ یہ مقابلہ جیتنے والے کو ساٹھ لاکھ ڈالر (یعنی ۱۴؍ارب روپے سے زائد) انعام دیا گیا اور یہ جیتنے والا بھی محمد بن راشد المکتوم کا سگا بھائی ہی نکلا۔ دبئ کے سربراہ کا گھوڑے پالنے کا شوق تو ویسے بھی معروف ہے۔ اس کے پاس ۴۰۰ ذاتی گھوڑے ہیں اور اس مقابلے کے انعقاد سے قبل اس نے امریکہ سے چار کھرب ڈالر (یعنی تقریباً ۲۸۰ کھرب روپے) کے ستائیس اعلیٰ نسل کے گھوڑے خریدے۔ دیکھئے کہ مسلمانوں کا سرمایہ کیسے لٹایا جارہا ہے؟

متحدہ عرب امارت کی معروف ہوائی جہاز کمپنی 'یو اے ای ایئرلائنز' بھی مکتوم خاندان کی ذاتی ملکیت ہے۔ یہ کمپنی حاکم دبئ کے چچا احمد بن سعید المکتوم کی زیر سرپرستی چلتی ہے۔ چند سال قبل سیاحت کو مزید فروغ دینے اور دبئ آمدورفت آسان بنانے کی نیت سے اس کمپنی نے 'بوئنگ' طیارہ ساز کمپنی کو ۹ء۷ کھرب ڈالر کی ادائیگی کرکے ۴۲ عدد بوئنگ ۷۷۷ مسافر طیارے خریدے۔ نیز اس خرید کے ساتھ ہی ۴۵ عدد ایئربس، ۳۸۰ طیارے خریدنے کا معاہدہ بھی کرلیا گیا، جن کی کل لاگت ۱۲ کھرب ڈالر سے زائد بنتی تھی۔ پھر اتنے جہازوں کو سنبھالنے اور اہل دنیا پر اپنی برتری جتانے کے لیے دبئ میں دنیا کے سب سے بڑے ہوائی اڈّے کی تعمیر بھی شروع کردی گئی جس میں ایک ارب چار کروڑ پچاس لاکھ مسافر سالانہ

سنبھالنے کی گنجائش رکھی گئی۔ حالانکہ دنیا کا بڑے سے بڑا ہوائی اڈہ بھی ایک ارب مسافر سالانہ سے زائد بوجھ اٹھانے کا تصور نہیں کرسکتا۔

دوسری طرف سربراہِ دبئی کے بھتیجے، ۳۹ سالہ مکتوم ہاشم مکتوم المکتوم نے اپنے پسندیدہ مشغلے، یعنی گاڑیاں چلنے اور گاڑیوں کی دوڑ میں شریک ہونے کو ایک باقاعدہ کاروبار کی شکل دینے کا فیصلہ کیا۔ اس نے دبئی میں دنیا کا پہلا 'گاڑیوں کی دوڑ کا ورلڈ کپ' (Motor Sport Grand Prix A1 Series) منعقد کروایا جس میں دنیا کے ۲۵ ممالک کے ۲۵ ڈرائیور شریک ہوئے۔ اس مقابلے کے انعقاد پر اُمت کے اَموال میں سے چار کھرب ڈالر (یعنی تقریباً ۲۸۰ کھرب روپے) کی لاگت آئی۔ مکتوم ہاشم نے محض اپنی ذاتی گاڑیوں کو کھڑا کرنے کے لیے دنیا کی مہنگی زمین پر ایک عالی شان گھر تعمیر کروایا جو دو سال کے عرصے میں مکمل ہوا۔

متحدہ عرب امارت ہی کی ایک اور ریاست ابوظہبی کے شاہی خاندان سے تعلق رکھنے والے حماد بن حمدان نہیان کے پاس بھی مسلمانوں کی وافر دولت اور انوکھے شوق ہیں۔ اس کے خاندان کی کل دولت ۲۰ کھرب ڈالر کے قریب پہنچتی ہے۔ یہ شخص عوام میں Rainbow (رنگین شیخ) کے طور پر بھی جانا جاتا ہے کیونکہ اس نے ۱۹۸۴ء میں اپنی شادی کے موقع پر خصوصی فرمائش سے ہفتے کے سات دنوں کے لیے سات مختلف رنگوں کی گاڑیاں بنوائیں۔ گاڑیوں کے شوق میں یہ بھی کسی سے پیچھے نہیں۔ اس نے دو سو کے قریب نادر و نایاب، قدیم و جدید گاڑیاں اکٹھی کر رکھی ہیں اور اُنہیں کھڑا کرنے کے لیے ابوظہبی کے صحرا میں اہرامِ مصر کے طرز پر دنیا کا مہنگا ترین گیراج بنایا ہے۔ لیکن اس کی پسندیدہ ترین گاڑی مشہور امریکی فوجی گاڑی 'ہمر' (Hummer) کا 'ایلفا' ماڈل ہے جو کل تین سو عدد بنائی گئی تھیں اور ان میں سے صرف دو امریکہ سے باہر نکلی ہیں۔ جن میں سے ایک اس کے استعمال میں ہے۔ اس گاڑی کو ابوظہبی کا یہ شیخ صحرا کی سیر کے لیے استعمال کرتا ہے اور اس کی قیمت ڈیڑھ لاکھ ڈالر یعنی ایک کروڑ روپے سے زائد ہے۔

حماد بن حمدان کو ایک اور انوکھا شوق بھی ہے۔ گاڑیوں کو کشتیوں میں تبدیل کرنا۔ اس کی پسندیدہ کشتی کے بیچوں بیچ ایک گاڑی نصب کی گئی ہے اور بظاہر انسان گاڑی کی سیٹ پر بیٹھ کر بعینہٖ گاڑی ہی چلا رہا ہے لیکن عملاً سمندر میں کشتی چل رہی ہوتی ہے۔ اسی گاڑی نما

کشتی میں سوار ہو کر حماد اپنے ذاتی جزیرے تک جاتا ہے جہاں اس کا عظیم الشان محل ہے اور دو سو خدام ہر وقت اس کی خدمت کو موجود ہوتے ہیں۔

پھر حماد کا دل چاہے کہ وہ اپنے اہل و عیال سمیت صحرا کی سیر کو نکلے تو اس کے لیے بھی ایک علیحدہ انتظام کر لیا گیا ہے۔ ایک تو حماد نے ایک بڑے سے ٹرک میں دو منزلہ متحرک گھر بنوایا ہے، جس میں دو تین خواب گاہیں، ایک مطبخ، بیت الخلا، صحن اور ہیلی کاپٹر کے اُترنے کی جگہ بھی موجود ہے۔ پھر یہ سوچ کر کہ میرا خاندان تو بڑا ہے اور یہ کمرے ناکافی.... حماد نے ایک اور اہتمام کرنے کا فیصلہ کیا۔ اُس نے کرۂ ارض کی طرز پر ایک گول ۵۰ ٹن وزنی گیند نما گھر بنوایا ہے جسے سات لاکھ ڈالر (تقریباً پانچ کروڑ روپے) مالیت کا حامل ۲۰ ٹن وزنی ٹرک کھینچتا ہے۔ اس گیند نما گھر کے نیچے جو پہیے لگوائے گئے، ان میں سے ہر ایک کی قیمت ۱۷ ہزار ڈالر (بارہ لاکھ روپے) ہے۔ اس گیند کے اندر موجود چار منزلہ گھر میں ۹ عدد خواب گاہیں ہیں جن میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک بیت الخلا اور حمام ہے۔ جبکہ مہمانوں کا کمرہ ان کے علاوہ ہے۔ اس گیند میں ۲۴ ٹن پانی اُٹھانے کی ٹینکی بھی موجود ہے۔ یہ متحرک گھر دنیا میں اپنی طرز کا واحد عجوبہ ہے۔

ایک طرف مسلمانوں کے حکام اوران کے چیلوں کا یہ حال ہے اور دوسری طرف تحقیقی اداروں کی رپورٹ کے مطابق اکثر اسلامی ممالک کے مسلمان خطِ غربت سے بھی نیچے کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔ بلاشبہ یہ دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے اور سینہ پارہ پارہ ہو جاتا ہے کہ اَموال کی اس غیر منصفانہ تقسیم نے اُمت کو کس حال تک پہنچا دیا ہے!

بلادِ اسلامیہ میں امیر اور غریب ممالک کی تفریق

اسی طرح ہماری کوتاہیوں اور سامراج کی کوششوں کی بدولت خود بلادِ اسلامیہ میں بھی دولت مند اور غریب و پسماندہ ممالک کی تفریق پیدا ہو چکی ہے۔ بعض اسلامی ممالک مثلاً بنگلہ دیش، افغانستان اور افریقہ کے بعض مسلم ممالک میں فی کس سالانہ آمدنی اوسطاً ۱۰۰ ڈالر یعنی یومیہ ایک ڈالر کا چوتھائی حصہ ہے جبکہ دوسری جانب خلیجی ممالک میں عام فرد کی اوسط آمدنی بیسیوں ہزار ڈالر سالانہ ہے۔ حتیٰ کہ کویت و قطر جیسے بعض ممالک میں عام فرد کی مالی خوشحالی کی سطح دنیاے کفر کے مقابلے میں بھی نہایت اعلیٰ ہے۔

پھر بعض مسلم ممالک کی عمومی غربت کے باوجود، ان پر قابض طبقے کی حالت یہ ہے کہ محض ان کے گھر ہی کروڑوں ڈالر مالیت کے ہیں جبکہ بعض گھروں کی قیمتیں اس سے بھی تجاوز کر جاتی ہیں۔ ان کے گھروں کا شمار دنیا کے مہنگے ترین گھروں میں ہوتا ہے جبکہ ان کی رعایا کی اکثریت بے روزگار اور بھوکوں مر رہی ہے۔ افسوس صد افسوس!

اُمت کے مال میں تمام مسلمانوں کا حق ہے!

اُمتِ مسلمہ کے سرمایہ میں تمام مسلمان حصہ دار ہیں۔ ہم میں سے ہر کوئی جانتا ہے کہ ہمارے دین کی اساسی تعلیمات اور اس کے بنیادی اُصولوں میں سے ایک یہ ہے کہ اُمت مسلمہ ایک اُمت ہے۔ اس کی حفاظت وعہد کا ذمہ ایک ہے۔ پوری اُمت جسدِ واحد کی طرح ہے۔ آقائے دوعالم ﷺ نے تو یہاں تک فرمایا کہ

«ليس المؤمن الذين يشبع و جاره جائع» [الأدب المفرد للبخاري:١١٢]

"وہ مؤمن ہی نہیں جس نے خود تو سیر ہو کر رات گزاری جبکہ اس کا ہمسایہ بھوکا رہا"

اس اُمت کی ثروت، اثاثہ جات اور سرمایہ ان کے فاسق و ظالم حکمرانوں کی بجائے تمام مسلمانوں کی ملکیت ہوتے ہیں، یعنی اُمتِ مسلمہ کی دولت اور سرمایہ جات کسی خاص طبقے کے لیے نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کے لیے ہیں۔ لیکن آج مغربی سامراج نے ہمیں ۵۷ ملکوں کی صورت میں تقسیم کر دیا ہے اور ان ممالک کے حکمران مسلمانوں کے ثروت و سرمایہ کو لوٹنے اور غربت عام کرنے میں مصروف ہو گئے ہیں۔ دیکھئے کہ اسلام کے قرونِ اولیٰ کی نسبت آج اُمت کا حال کیا ہو چکا ہے!!

اس سلسلے میں عہد فاروقیؓ سے ایک مثال ملاحظہ فرمایئے:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرزِ عمل ہمارے سامنے ہے۔ جب عراق کی فتح کے بعد مال و غنائم کی کثرت ہوئی تو حضرت عمرؓ نے زمین کی وسعت و آسودگی کو دیکھتے ہوئے صحابہ کرامؓ کو جمع کر کے مشورہ لیا کہ میرے خیال میں عراق کے اطراف کی زمین مسلمانوں کے بیت المال کے لیے چھوڑ دینی چاہیے تاکہ بعد میں آنے والوں کے لیے بھی کچھ سرمایہ بچ جائے۔ باوجودیکہ بعض صحابہ نے اس سے اختلاف کیا اور یہ رائے دی کہ اس زمین کو مجاہدین میں تقسیم کر دینا چاہیے، اور ان کے پاس اس بارے میں کتاب و سنت سے دلائل بھی تھے، تاہم

حضرت عمرؓ کا موقف کچھ اور تھا۔ اس کے بارے میں درج ذیل آثار ملاحظہ کیجئے:

عن أسلم قال: سمعت عمر يقول: اجمعوا لهذا المال، فانظروا لمن ترونه وإني قد قرأت آيات من كتاب الله، سمعت الله يقول: ﴿مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى﴾ إلىٰ قوله ﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ﴾ والله! ما من أحد من المسلمين إلا وله حق في هٰذا المال أعطى منه أو منع حتى راع بعَدن

... فقد فكر رضى الله عنه في ﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ﴾، وقال رضى الله عنه: "والله لئن بقيت لهم ليأتين الراعي بجبل من صنعاء حظه من هذا المال وهو يرعى مكانه"

... وقال رضي الله عنه: "ما علىٰ وجه الأرض مسلم إلا وله في هذا الفيء حق أعطيه أو منعه إلّا ما ملكت أيمانكم" [كنز العمال: ۱۱۵٤۷]

"جناب اسلم کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمرؓ کو فرماتے سنا کہ: "(آؤ!) اس مال (کی تقسیم) کے حوالے سے اکٹھے ہو جاؤ اور اپنی رائے دو کہ اسے کن میں تقسیم کرنا چاہیے؟ اور میں نے تو کتاب اللہ کی وہ آیات پڑھ رکھی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جو (مال بطورِ فے) اللہ بستی والوں سے اپنے رسولؐ کی طرف پلٹا دے) سے لے کر (اور وہ لوگ جو اُن کے بعد آئے، اُن کا بھی اس مالِ فے میں حق ہے) اللہ کی قسم! اس مال میں ہر ایک مسلمان کا حق ہے، حتیٰ کہ اس چرواہے کا بھی جو عدن (یمن) میں رہتا ہے۔ چاہے اسے دیا جائے یا اس سے روک لیا جائے۔"

..... آپؓ نے آیت کے ٹکڑے "اور وہ لوگ جو اُن کے بعد آئے" کے بارے میں سوچا اور پھر فرمایا: "اللہ کی قسم! اگر میں باقی رہا تو صنعا کے پہاڑوں سے میرے پاس ایک چرواہا آئے گا اور اس مال میں اس کا بھی حق ہو گا چاہے وہ محض انہی (دور دراز) پہاڑیوں میں بکریاں ہی چراتا ہو (اور جہاد وغیرہ میں شرکت نہ کرتا ہو)۔"

..... اور آپؓ نے کہا: قطعہ زمین پر رہنے والے ہر مسلمان کا اس مالِ فے میں حق ہے، چاہے اسے دیا جائے یا روک لیا جائے، سوائے غلاموں اور لونڈیوں کے"

حضرت عمرؓ نے بطورِ مثال فتح عراق سے حاصل شدہ مال میں یمن کے رہنے والے فقیر کا بھی حق بیان کیا حالانکہ یمن مفتوحہ عراق سے بہت دور تھا۔ آپؓ نے بیت المال میں داخل

کردہ دولت حتیٰ کہ اطرافِ عراق کی زمینوں میں سے بھی اہل یمن کے لیے حصہ مقرر کیا۔ شریعت کی اسی تعلیم کو سامنے رکھتے ہوئے بتائیے کہ ملت اسلامیہ کے علاقوں میں زیر زمین پائی جانے والی اس وافر دولت اور قدرتی وسائل کے اس عظیم ذخیرے کے ساتھ کیا معاملہ ہونا چاہیے؟ کیا پوری اُمت ان وسائل پر حق نہیں رکھتی؟

لیکن افسوس کہ اہل مغرب کی استعماری سیاست نے ہمیں وطنی ریاستوں National States میں تقسیم کرکے پہلے اس اُمت کو کمزور کیا۔ پھر انہوں نے چوریوں، ڈاکوں کے ذریعے اس نحیف و ناتواں اُمت کے سرمایہ کے بڑے حصے پر قبضہ کرلیا اور بچے کھچے مال پر رسہ کشی کرنے کے لیے مسلمانوں پر مسلط حکمرانوں کو آزاد چھوڑ دیا۔ یقیناً یہ تاریخ انسانی میں غیر منصفانہ تقسیم اموال کی بدترین مثال ہے۔

اللہ ربّ العزت کے عطا کردہ یہ بیش بہا وسائل ہم سے ضائع ہونے کے نہایت خطرناک نتائج برآمد ہوئے۔ ہمیں اقتصادی، اجتماعی اور سیاسی سبھی میدانوں میں انتہائی تباہ کن اثرات کا سامنا کرنا پڑا۔ بلاد اسلامیہ میں اسلام کے فروغ کے لئے اموال کی کمی کا رونا رویا گیا اور ہم پر مال و دولت کے ذریعے مغرب کی کافرانہ تہذیب مسلط کردی گئی۔ مسلمانوں کے انہی رہن شدہ اموال کو قرضوں کی صورت میں ہمیں دے کر، اہل مغرب نے ہم پر اپنی پالیسیاں مسلط کیں۔ اللہ نے تو ملتِ اسلامیہ کو اموال وسائل سے کبھی محروم نہ کیا بلکہ سب سے بڑھ کر دیا، لیکن ہماری کوتاہیاں اور ہمارے حاکموں کی عیاشیاں امت کے لئے ذلت ورسوائی کو عام کرگئیں۔ اپنے اَموال کے ضیاع اور غیروں کے دستِ نگر ہونے کا نتیجہ خلافتِ اسلامیہ کو کھونے کی شکل میں بھی برآمد ہوا۔ پھر خلافت سے محرومی کے سبب ہماری دنیا بھی ہاتھوں سے جاتی رہی اور ہر میدان میں اہل اسلام کی زندگی اجیرن ہوگئی۔ یہاں تک کہ مسلمان بالعموم ظلم و جبر، ذلت و نکبت، خوف و افلاس اور طرح طرح کی بیماریوں میں گھر کر رہ گئے۔

[۲۰۰۴ء میں لکھا جانے والا مضمون جس میں ان سات سالوں میں بہت سا اضافہ ہوچکا !!]